شیخ الہند مولانا محمود حسن اور حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوری

محبت و تعلق کی ایک دل آویز داستان

از

حضرت نفیسؔ شاہ صاحب

حضرت اقدس گنگوہیؒ کے خلفا میں حضرت قطب عالم حضرت مولانا عبدالرحیم رائپوریؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ میں باہم نہایت درجہ محبت و یگانگت تھی جو حضرت اقدس گنگوہیؒ کے زمانہ حیات ہی سے ان کے دلوں میں راسخ ہو چکی تھی، اور وہ یکجان و دو قالب کا مصداق بن گئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی ذات والاصفات میں فیضان قاسمی و رشیدی کا قران السعدین تھا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت شیخ الہندؒ مرحوم کو تعلیم و تربیت کا شرف حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب اور پھر حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ اسرارہما اور حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھا۔ سالہا سال ان کی خدمت عالیہ میں انتہائی اخلاص اور شغف بلکہ عاشقانہ جذبات کے ساتھ رہنا ہوا تھا اور ان حضرات کی وہ مکمل ہستیاں تھیں جنھوں نے ۱۸۵۷ء میں علم آزادی بلند کر کے شاملی، تھانہ بھون وغیرہ سے انگریزی اقتدار کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ان کے سینوں میں ہمیشہ آزادی اور جہاد کی مبارک آگ سلگتی رہتی تھی۔ اس لیے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ میں

انگریزی اقتدار کے فنا کر دینے کا جذبہ مستقل طور پر ہونا طبعی امر ہو گیا تھا۔"
(نقش حیات صـــ ۱۲۶)

ادھر قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی بھی نسبتِ رحیمی و رشیدی کا مجمع البحرین تھی حضرت اقدس رائپوری کو جذبہ جہاد اپنے مرشد اول حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب سہارن پوری قدس سرہٗ کے واسطے سے بھی حاصل تھا۔ آپ کے دادا پیر قطب الاولیاء غازی اسلام حضرت اخوند عبد الغفور صاحب سوات (م ۱۲۹۵ھ) نے صوبہ سرحد میں ایک لشکرِ اسلام کے ساتھ انگریزوں سے متعدد جنگیں لڑیں۔ میدان جنگ میں انھیں شکستِ فاش دے کر انھیں علاقہ سوات و بنیر میں حکومتِ اسلامی قائم کر لی تھی اور اپنی حیات میں وہاں انگریز کے منحوس قدم جمنے نہ دیے اس سے پہلے حضرت اخوند صاحب قدس سرہٗ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ محمد شعیب تورڈھیری قدس سرہٗ نے بھی رنجیت سنگھ کے خلاف لشکر آرائی کر کے دادِ شہادت دی اور ۱۲۳۸ھ میں اس مجاہدِ اسلام نے ایک معرکہ جنگ میں جامِ شہادت نوش کیا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ،

حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت اقدس رائپوریؒ کے درمیان یہ اقدارِ مشترک بھی یک دلی و یکجہتی کا باعث بنیں حضرتِ اقدس گنگوہیؒ کی وفات کے بعد جب تحریکِ آزادی کی سرگرمیوں کو نمایاں کرنے کا وقت آیا تو حضرت رائپوریؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کے دوش بدوش اس تحریک میں حصہ لیا۔ یہ تحریک کوئی نئی تحریک نہیں تھی۔ بلکہ علماء حق کی وہی تحریک تھی جو برطانوی حکومت کے خلاف امام المجاہدین امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہیدؒ نے شروع کی تھی اور سرفروشانِ اسلام نے بالاکوٹ کے میدان میں جان کے نذرانے بارگاہِ رب العزت میں پیش کر کے سرخروئی حاصل کی تھی علماء مجاہدین کی وہی تحریک پھر ۱۸۵۷ء میں شاملی اور تھانہ بھون کے کارزاروں میں بروئے کار آئی اور حضرت حافظ ضامن شہیدؒ اور ان کے کچھ ساتھی خلعت شہادت سے آراستہ و پیراستہ کر رب ذوالجلال کے حضور پہنچے۔ اب ایک بار پھر اس تحریک کے منقۂ شہود پر آنے کا وقت آ گیا حضرت شیخ الہندؒ کو اس تحریک کا امیر الامراء اور رئیس المجاہدین تسلیم کیا گیا۔

عمر یست کہ آوازۂ منصور کہن شد
من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رسن را

حضرت قطب عالم رائپوری نے کمال مردانگی و ہمت باطنی سے تادمِ حیات حضرت شیخ الہندؒ کا ساتھ دیا۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ بھی ابتداء ہی سے اس تحریک میں حصہ لے رہے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت اقدس نانوتویؒ اور حضرت اقدس گنگوہیؒ کے اور متوسلین بھی شریکِ جہاد تھے۔ مفکر انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

لان الامر (الجهاد) لم یکن مقصوداً علی شیخنا (شیخ الهند) فقط بل کان معہ، جماعۃ من اتباع مولانا محمد قاسم وطائفۃ من اتباع مولانا رشید احمد مثل مولانا عبد الرحیم الرائپوری .

(الہام الرحمٰن فی تفسیر الرحمٰن ص۱۳۶ ج ۱)

حضرت اقدس رائپوری قدس سرہ انتہائی زیرک، صاحبِ بصیرت و فراست اور صائب الرائے بزرگ تھے آپ کے صفائے باطن کا تو یہ عالم تھا کہ حسن و قبح قلبِ نورانی پر منکشف ہو جاتا تھا۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا بیان ہے،

" مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوریؒ کا قلب بڑا نورانی تھا۔ میں ان کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں"۔

"حکایات الاولیاء" (ارواح ثلاثہ) ص۲۶۵

حضرت شیخ الہندؒ حضرت اقدس رائپوری کا بے حد احترام فرماتے تھے، آپ کے قیمتی مشوروں سے مستفید ہوتے۔ انھیں تحریک کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعتماد و تعلق خاطر آپ ہی کی ذاتِ گرامی سے تھا حضرت مستری احمد حسن صاحب دیرہ دونی مدظلہ العالی (خلیفۂ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری) جو اس تحریک کے سرگرم کارکن اور حضرتِ اقدس رائپوریؒ کے معتمد تھے، اوائل شوال ۱۳۹۰ھ میں (راقم سطور کے قیامِ رائپور کے دوران) خانقاہ رائے پور تشریف لائے تو فرمایا :

"حضرت شیخ الہندؒ تحریک کے سلسلے میں مشورے کے لیے پہلے خود ہی رائپور شریف لایا کرتے تھے۔ جب ان کی تحریک نمایاں ہو گئی تو انھوں نے خود مصلحۃً تشریف لانا بند کر دیا اور جب کبھی تشریف لاتے رات کو آتے تاکہ کسی کو خبر نہ ہو، بعد میں پیغام رسانی کے لیے قاصد آتے جاتے تھے"۔

باہمی تعلق ومحبت کا معاملہ صرف تحریک تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس کا دائرہ وسیع تر تھا۔ خانقاہ رائپور کے ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جن دنوں حضرت شیخ الہندؒ نے ترجمۂ قرآن پاک دیوبند میں شروع کیا تھا۔ وقتاً فوقتاً رائپور تشریف لاتے اور حضرت اقدس رائپوریؒ کو ترجمہ سناتے آپ اگر کچھ فرماتے تو شیخ الہندؒ فوراً اسے قبول فرمالیتے۔ حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب ترجمہ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ کو سنا لیتا ہوں تو مجھے اطمینان ہوجاتا ہے۔ حضرت اقدس رائپوری ترجمۂ شیخ الہند کے بے حد قدرداں تھے۔ لیکن افسوس آپ کی حیاتِ مبارکہ میں یہ کام پورا نہ ہوسکا ترجمہ کی تکمیل حضرت شیخ الہندؒ نے اسارتِ مالٹا کے دوران فرمائی۔ ثقہ روایت کے مطابق یہ ترجمہ حضرتِ اقدس رائپوری قدس سرہٗ ہی کی آرزو کے پیشِ نظر حضرت شیخ الہندؒ نے کیا تھا۔

حضرت مولانا انور شاہ صاحب محدث کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو حضرت مولانا رائپوریؒ کے مرتبہ ومقام کا علم اس وقت ہوا جب ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ الہندؒ رائپور تشریف لے جاتے ہیں اور انھیں اپنا ترجمہ سناتے ہیں۔

۱۳۳۳ھ میں جب حضرت شیخ الہندؒ حجاز تشریف لے گئے۔ روانگی سے پیشتر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے کتب خانے میں خفیہ مشورے ہوتے رہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں۔

"شوال ۱۳۳۳ھ میں جب کہ حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی حجاز کو روانگی ہورہی تھی اور حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کی غیبت میں اس تحریک کی قیادت اعلیٰ حضرت رائپوری کے سپرد ہوئی تھی۔ وہ مظاہر العلوم میں طے ہوئی تھی اور ان سے ان حضرات کے آپس کے تعلقات پر بھی روشنی پڑتی رہے۔ شوال ۳۳ھ کے پہلے ہفتے میں حضرت شیخ الہند دیوبند سے اور اعلیٰحضرت رائپوری رائپور سے اور احمد صاحب رامپوری رامپور سے سہارنپور تشریف لائے اور ۴، ۵ روز تک مدرسہ کے کتب خانہ میں یہ سب تجاویز طے ہوئی تھی۔ چاروں حضرات صبح کی نماز کے بعد چائے اور اشراق سے فارغ ہوکر مدرسہ کے کتب خانہ میں اوپر تشریف لے جاتے تھے اور سب طرف کے کواڑ اندر سے بند ہوجاتے تھے، پانچویں کا وہاں

گزرنہ تھا"۔

(مکتوب از مدینہ منورہ، بنام عبدالرشید ارشد ۱۰ صفر ۱۳۹۶ھ ۱۰ فروری ۱۹۷۶ء مطبوعہ الرشید لاہور دارالعلوم نمبر)

رائپوری حضرات کا بیان ہے کہ اعلیحضرت رائپوریؒ کی یہ رائے نہیں تھی کہ حضرت شیخ الہند ہندوستان سے باہر تشریف لے جائیں۔ ان کا ارشاد تھا کہ اس وقت حجاز میں بھی انگریز ہی مسلط ہے۔ ہندوستان میں تحریک کے نسبتاً زیادہ مواقع ہیں۔ اور یہاں شیخ الہند کی گرفتاری پر نقص امن کا اندیشہ بھی انگریز کے خیال میں ہوگا۔ اگر گرفتاری پیش بھی آگئی تو تحریک ختم نہیں ہوگی بلکہ اور زور سے چلے گی لیکن ہوا وہی جو کارکنان قضا و قدر کو منظور تھا۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ بحیرۂ روم کے راستے حجاز تشریف لے گئے۔ وہیں گرفتاری عمل میں آگئی اور مالٹا جزیرے میں نظر بند کر دیئے گئے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی عدم موجودگی میں تحریک آزادی کی کمان اعلیحضرت رائپوری نے سنبھالی۔ آپ بکمال استقامت وعزیمت اس فریضے کو انجام دیتے رہے۔ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نہایت دلسوزی اور استقلال اور عالی ہمتی سے انتہائی رازداری کے ساتھ اُمورِ مہمّہ کو انجام دیتے رہے اور ان کے خاص خدام بھی دلچسپی لیتے رہے"۔ (نقش حیات ج ۲ ص ۲۰۴)

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے حضرت شیخ الہندؒ کے نام ریشمی خطوط برطانوی حکومت کے ہاتھ لگ گئے اور یہ تحریک آزادی (جسے انگریز نے ریشمی رومال سازش کا نام دیا) افشاں ہوگئی تو مجاہدین اور حریت پسندوں کی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ تحقیقات شروع ہوئی مختلف جگہ چھاپے مارے گئے۔ انگریز سی آئی ڈی افسر مع عملہ خانقاہ رائپور بھی پہنچا۔ اعلیحضرت رائپور قدس سرہٗ ان دنوں صاحبِ فراش تھے۔ لیکن آپ نے نہایت استقلال اور شانِ بے نیازی سے جواب دیئے۔

افسر نے پوچھا! مولانا آپ کا شیخ الہند سے کیا تعلق ہے؟

جب حضرت اقدس نے فرمایا! "تعلق کی پوچھتے ہو؟ تعلق کا معاملہ تو یہاں تک ہے کہ جس دن سے میں انھیں سفر حجاز کے لیے دہلی سے رخصت کرکے آیا ہوں، بیمار رہوں، بخار میرے

بدن میں سماگیا ہے، چارپائی پر پڑا ہوں، آج بھی انگریز کی واپسی کی خبر سن پاؤں تو مجھ میں جان آجائے اور میں ایک بار پھر چھری لے کر اٹھ کھڑا ہوں گا"۔

افسر: شیخ الہند جو حکومت کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت رائے پوری: میں اس تحریک کو بالکل حق سمجھتا ہوں۔

افسر: رپورٹ ملی ہے کہ تحریک کو یہاں سے مالی امداد پہنچ رہی ہے۔

حضرت اقدس رائپوری نے اس بات کا بکمال تدبیر وفراست ایمانی کچھ ایسا جواب دیا کہ افسر ان کی بات کی تہ تک نہ پہنچ سکا۔

ملاجی عبدالعزیز جو حضرت رائپوری کے ہمراز تھے اور خفیہ طور پر مجاہدین کے لیے مالی امداد فراہم کرنے کا کام ان کے سپرد تھا۔ جسے وہ حضرت رائے پوری کے حکم سے انجام دیتے تھے۔ اس وقت خانقاہ میں موجود تھے حضرت اقدس رائے پوری کو اندیشہ ہوا کہ انگریز سے پوچھ گچھ ہوئی تو سوال جواب میں کہیں نرم نہ پڑ جائیں۔ آپ نے فوراً ان کو اپنے پاس بلالیا اور افسر سے مخاطب ہو کر بڑے جوش سے ملاجی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "ان لوگوں کی کیا مجال اور طاقت ہے جو میری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھائیں۔ اس علاقہ میں انھیں میرے ایماء کے بغیر ایک پیسہ بھی نہیں مل سکتا اور میں تو خدا کے فضل وکرم سے یہ کہتا ہوں کہ حکومت بھی چاہے تو یہاں سے کچھ حاصل نہیں کرسکتی"۔ اس افسر پر کچھ ہیبت سی چھا گئی۔

کچھ اور سوالات بھی انگریز سی آئی ڈی افسر نے کیے۔ ان کے جوابات بھی کچھ اسی طرح ہی دو ٹوک دیئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ ناکام واپس ہوا۔ اگر ایک طرف انگریزی حکومت کی سی آئی ڈی پوری طرح سرگرمی سے کام کر رہی تھی تو دوسری طرف حضرت اقدس رائے پوری بھی اس سے غافل نہیں تھے۔ چنانچہ اپنے اخفائے حال کے پورے پورے اہتمام کے ساتھ جوابی کارروائی کا سلسلہ بھی زیر زمین قائم کررکھا تھا۔ مسوری پہاڑ پر انگریزوں کا جو فوجی سروے آفس تھا۔ اور جس میں جنگی نقشے تیار کیے جاتے تھے۔ حضرت مستری احمد حسن صاحب دیرہ دونی مدظلہ کو وہاں مامور کررکھا تھا۔۔ وہ سروے آفس میں ملازم تھے اور یہاں تک افسروں پر اپنا اعتماد قائم کررکھا تھا کہ وہ اتوار

کو چھٹی کے روز دفتر کی چابیاں ان کے سپرد کر جاتے تھے حضرت مستری صاحب خفیہ طور پر نقشے لے کر خانقاہ رائپور پہنچ جاتے تھے۔ حضرت اقدس رائپوریؒ کمالِ اخفا سے ان نقشوں کو رات کے وقت اپنا حجرۂ مبارک بند کر کے موم بتی کی روشنی میں ملاحظہ فرمایا کرتے تھے۔ اس طرح یہ سرو شانِ دین و وطن حالات زمانہ سے پوری طرح باخبر اور انگریزی منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لیے سرگرم عمل رہتے تھے۔

اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا فراق حضرت اقدس رائپوری کے لیے سوہانِ رُوح تھا۔ آپ ان کی یاد میں بیقرار رہے۔ ان کے تذکرے سے آپ کو سکون و قرار حاصل ہوتا تھا۔ ان کے فضائل و مناقب میں رطب اللسان رہتے تھے۔ اسی زمانہ میں کارپردازانِ دارالعلوم نے دیوبند تشریف آوری کی درخواست کی۔ اصرار تک نوبت پہنچی تو اعلیٰحضرت رائپوریؒ آمادہ ہوگئے۔ دیوبند ریلوے اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا گیا۔ میزبانوں نے دارالعلوم میں قیام کا انتظام کر رکھا تھا۔ حضرت مستری احمد حسن صاحب بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ ریلوے اسٹیشن پر بہت بڑی تعداد میں تانگے موجود تھے ایک خوبصورت تانگہ اعلیٰحضرت رائپوریؒ کے لیے مخصوص کیا تھا۔ آپ اس میں تشریف فرما ہوئے اور تانگہ والے سے حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر چلنے کو فرمایا۔ آپ وہیں فروکش ہوئے اور ایک ہفتہ قیام پذیر رہے دن رات حضرت شیخ الہندؒ کا تذکرہ وردِ زبان رہتا تھا۔ ان کی جلالت شان حاضرین پر واضح کرتے اور فرماتے کہ حضرت شیخ الہندؒ کو اس جہاد کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مقام بلند نصیب فرمادیا ہے جہاد کے فضائل بھی علماء و عوام کے سامنے بیان فرماتے۔

حضرتِ اقدس شیخ الہند قدس سرہٗ کی اہلیہ محترمہ کی خدمت میں آپ نے بیس روپے بطور نذر بھجوائے۔ وہ غمزدہ تھیں۔ فرطِ غم سے رونے لگیں۔ انھوں نے آپ کی خدمت میں دریافت کرایا کہ حضرت، وہ مالٹا سے واپس بھی آئیں گے یا نہیں؟ اس زمانے میں رہائی کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی بلکہ ناممکن خیال کی جاتی تھی۔ لیکن آپ نے بزبانِ الہام یہ ارشاد فرمایا کہ

کوئی فکر نہ کریں ۔ حضرت شیخ الہندؒ انشاء اللہ ضرور تشریف لائیں گے اور یہ الفاظ پورے یقین سے بتکرار دہرائے ، اہلیہ محترمہ کی بہت کچھ تسلی و تشفی دی ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ہی ظہور میں آیا ۔

حضرت شیخ الہندؒ ابھی مالٹا ہی میں اسیری کی مدت گزار رہے تھے کہ ادھر اعلیٰحضرت رائپوری شدید پر علیل ہو گئے ۔ اس مرض الوصال میں آپ نے مرشدنا و مولانا شاہ عبد القادر رائپوری قدس سرہٗ کو اپنی خانقاہ میں متعین فرمایا اور وصیت فرمائی کہ میرے بعد سلوک کے بارے میں ضرورت محسوس ہو تو حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے مشورہ کرنا اور حضرت شیخ الہندؒ جب مالٹے سے رہا ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائیں تو ان کے سیاسی مشوروں پر عمل کرنا اور تحریک آزادی میں ان کا بھرپور ساتھ دینا ۔

حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوریؒ قدس سرہٗ نے ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۱۹ء کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی ۔

اعلیٰحضرت رائپوری کے وصال کے حادثہ جانکاہ کی خبر جب اسیر مالٹا کے سمع مبارک تک پہنچی تو فرط غم سے بیقرار ہو گئے ۔ شدت جذبات میں ایک نہایت پر درد مرثیہ لکھا جو "مسدس مالٹا" کے نام سے مشہور ہے ۔ حضرت شیخ الہند کو اعلیٰ حضرت رائپوری سے کتنا تعلق خاطر تھا اور ان کی نظر میں حضرت کا مقام کتنا بلند تھا اس کا اندازہ اس مرثیہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے ۔ راقم سطور کے خیال میں اگر اعلیٰحضرت رائپوری کی حیات مبارکہ پر کوئی کتاب نہ بھی لکھی جائے تو یہ مرثیہ ان کی ایک مستقل سوانح کی حیثیت رکھتا ہے اور ان کے مرتبہ و مقام پر شاہد عادل ہے ۔

مرثیے کا پہلا بند ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں؛

قبلہ و کعبۂ امانی مُرد — عالم و حافظ مثانی مُرد
عارف حکمت یمانی مُرد — طائر عرش آشیانی مُرد
زینت و زیب الف ثانی مُرد
شاہ عبد الرحیم ثانی مُرد

حضرت رائپوری قدس سرہٗ کے مناقب و فضائل میں کئی بند تحریر فرمانے کے بعد اُن کے

فراق میں نوحہ کناں ہیں ؎

نازش و فخرِ دوستاں نہ رہا   زورِ بازوئے ہمرہاں نہ رہا
قدر افزائے خادماں نہ رہا   لوٹھڑی توانِ کارواں نہ رہا

تیرے ملنے کی اک تمنا پر   زندگانی جو کر رہے تھے بسر
کہیے اب کیا کریں وہ خستہ جگر   جینا آج اُن کو کیوں نہ ہو دوبھر

زینت و زیب الف ثانی مرد

تو نہ ہو جب جہاں میں جلوہ فزا   نیم جاں کچھ دنوں جیے بھی تو کیا
اب رہائی کا بھی مزا نہ رہا   ہند ہے ملک لٹنے سے آج سوا

ہند چلنے سے ہے کسے انکار   سر کے بل چلنے کو ہیں ہم تیار
پر سمجھ لے یہ خوب اوغمخوار   نار ہے جب دیار ہے بے یار

حضرت رائپوری قدس سرہٗ کی مقبول وہمہ گیر شخصیت کی رحلت سے جو خلا واقع ہوا اسے کس کرب واضطراب سے محسوس فرماتے ہیں :

بارِ احباب کون اٹھائے گا   آنکھوں پر کون انھیں بٹھائے گا
ہاتھ کون ان کا اب بٹائے گا   فتنوں کو کون اب ہٹائے گا

رُوٹھوں کو کون اب منائے گا   ٹوٹوں کو کون اب ملائے گا
بگڑوں کو کون اب بنائے گا   جھگڑوں کو کون اب مٹائے گا

ہمد مو رائے کس سے لوگے کہو!   مشورے کس سے اب کروگے کہو!
رازِ دل کس سے اب کہوگے کہو!   رائے پور بھی کبھی چلوگے کہو!

حضرت شیخ الہند اور حضرتِ رائے پوری کے باہمی تعلق ومحبت کی داستان اب حضرت

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی زبانی سُنیئے۔ ان کے اثر انگیز مرثیہ "دردِ دل" کے چند اشعار ملاحظہ ہوں، حضرت رائپوری سے باندازِ ناز عرض کرتے ہیں :

چلے ہیں آپ اور محمود ابھی آنے نہ پائے تھے
اِسے تو غالباً دِل آپ کا بھی جانتا ہوگا
گئے ہو چھوڑ کر محمود کی اولاد کو کس پر
اگر ہوگا تو ہم کو آپ سے یہ ہی گلہ ہوگا

اِس کے بعد اسیر مالٹا کے حال پر نوحہ کناں ہیں :

حضرت مولانا محمود حسن رح نے کمال مسرت سے یہ مژدہ ہندوستان کو ۱۹ر شوال ۱۳۳۶ھ کے خط میں تحریر فرمایا کہ رمضان المبارک کے دو روز کے بعد ترجمہ قرآن شریف کا پورا ہوگیا مولانا عبدالرحیم صاحب کی خدمت میں اطلاع کردیں۔ مولانا عبدالرحیم رائپوری قدس سرہٗ کو تعلیم قرآن مجید کا دلی شغف اور بڑا ہی اہتمام تھا اور اس ترجمہ کے نہایت مشتاق و آرزومند تھے افسوس ہے کہ حضرت ممدوح کی حیات میں یہ ترجمہ ہندوستان نہیں پہنچ سکا۔

حیات شیخ الہند۔ میاں اصغر صاحب ص۲۳۱

مزید حوالہ ص ۱۴۵، ۲۴۶، ۲۳۶۔

بقیہ : انفاس رحیمیہ

ان کا غصہ، رعب، جہالت، شک، غلطی، بھول اور تمام بُرے اخلاق کے رسوم اور شیطانی عادتیں جلالی قوت سے دبتی ہیں۔

حواشی اور وضاحتیں

لہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تاریخ دعوت دعزیمت حصہ پنجم کراچی ۱۹۸۴ء صفحہ ۸۸

لہ حیات ولی : از مولانا رحیم بخش دہلوی لاہور ۱۹۵۵ء صفحہ ۲۱۵/۲۱۶ ۳ ؎ قرآن مجید آیۃ [illegible] ۶۴ [illegible] ترجمہ [illegible] برائی کی۔ اس کے ساتھ نیکی کر۔

[illegible] ایضاً ۴۷ : ۳۸ھ یہ روایت سلطان محمود [illegible] کے بارے میں مشہور ہے۔